قیمت سالانہ تین روپیہ
قیمت ایک پرچہ تین آنہ
تاریخ اشاعت
۱ ، ۸ ، ۱۵ ، ۲۲

رجسٹرڈ نمبر اے ۹۲۲
ٹیلیفون نمبر ۱۹
تار کا پتہ
"انجمن" علی گڈھ

انجمن ترقی اردو ھند کا ترجمان

ہماری زبان

ایڈیٹر آل احمد سرور

جلد ۱۵ | علیگڈھ - ۱۵ اکتوبر ۵۶ء | شمارہ ۲۰

انجمن کی خبریں

علی گڑھ

مجلس عام:- مرکزی انجمن ترقی اردو ہند کی مجلس عام کا ایک جلسہ ۳۰ ستمبر کو انجمن کے دفتر علی گڑھ میں منعقد ہوا جس میں حضرات ذیل نے شرکت فرمائی۔

(۱) جناب عبدالمجید خواجہ صاحب صدر (۲) ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب علی گڑھ (۳) جناب حبیب الرحمٰن صاحب حیدرآباد (۴) جناب ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب دہلی (۵) ڈاکٹر مسعود حسین خاں صاحب علی گڑھ (۶) الگ رام صاحب دہلی (۷) جناب گوپی ناتھ صاحب امن لکھنوی دہلی (۸) جناب حامد علی خاں صاحب جامعہ نگر دہلی (۹) جناب سجاد ظہیر صاحب لکھنو (۱۰) جناب احتشام حسین لکھنو (۱۱) جناب حیات اللہ صاحب انصاری (۱۲) پروفیسر آل احمد سرور صاحب جنرل سکریٹری۔

اس جلسے میں چند انتظامی اور کاروباری معاملات کے علاوہ قرار پایا کہ انجمن کے دستور پر نظرثانی کرنے کے لئے ایک کمیٹی صدر، سکریٹری اور ڈاکٹر علیم (ممبر) پر مشتمل ہو اور اس کمیٹی کی رپورٹ اگلے جلسے میں پیش کی جائے۔

نیز طے پایا کہ انجمن جو کانفرنس کرنے والی تھی وہ مارچ ۵۷ء تک ملتوی رکھی جائے۔

انجمن کا اپنا ادبی پروگرام پیش ہوکر منظور ہوا۔

حیات اللہ انصاری صاحب نے یوپی میں اردو کی جدوجہد پر روشنی ڈالی۔ طے پایا کہ ان امور پر غور کرنے کے لئے مجلس عاملہ کا ایک فوری جلسہ ۱۰ اکتوبر کو طلب کیا جائے۔

جناب گوپی ناتھ امن نے دہلی میں اردو کی پوزیشن پر روشنی ڈالی۔

جلسے کے ختم پر صدر انجمن عبدالمجید خواجہ صاحب کی طرف سے تمام اراکین کی چائے سے تواضع کی گئی۔

دوسرے جلسے

مجلس عام کے علاوہ مجلس عاملہ، ادبی کمیٹی اور مالی کمیٹی کے جلسے بھی ہوئے جن میں مختلف مسائل پر بحث ہوئی ایک میک ڈپو قائم کرنے کی تجویز بھی زیر غور آئی۔ ادبی کمیٹی میں مختلف موضوعات پر کتابیں لکھوانے اور طبع کرانے کا سہ سالہ پروگرام سکریٹری نے پیش کیا جو منظور ہوا۔

رسم خط کمیٹی

علی گڑھ میں ۲۹ اور ۳۰ ستمبر کو مسلسل بارش ہوتی رہی۔ باوجود اس کے ۲۹ کو رسم خط کمیٹی کے دو جلسے صبح اور شام ہوئے باہر کے اراکین میں سے مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب (ندوۃ المصنفین دہلی) سید احتشام حسین صاحب لکھنو نے شرکت فرمائی۔

۶۰ سے زائد اشخاص نے پورے سوال نامے کا جواب دیا تھا۔ ۱۸ سے زائد نے اتنے مفصل جواب دیئے کہ ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔

اس مسئلے پر ملک کے نامور اور اس مسئلے کے ماہر دانشوروں اور عالموں نے خاص توجہ دی ان تمام رایوں کا خلاصہ کسی آئندہ اشاعت میں اور کتابچے کی شکل میں علیحدہ شائع ہوگا۔ فی الحال ایک چھوٹی سب کمیٹی بنادی گئی ہے جو ان رایوں پر مزید غور کرنے کے بعد اپنی رپورٹ انجمن کو دے گی۔

حیدرآباد

سنگاریڈی کالج کے بورڈ آف ڈائرکٹر منجملہ اور

جامعتوں کے اردو ہال (انجمن ترقی اردو حیدرآباد۔ دکن) کی تعمیر فنڈ میں تین ہزار کا عطیہ دیا۔

گلبرگہ گلبرگہ کے مختلف حلقوں سے یہ پر زور خواہش کی گئی تھی کہ یہاں انجمن کی شاخ قائم کی جائے۔ بہت سے لوگ ممبری کے لئے آمادہ ہیں اور بہت سے بن چکے ہیں۔

جنرل سکریٹری نے جناب حبیب الرحمن صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو حیدرآباد سے درخواست کی ہے کہ وہ وہاں تشریف لے جاکر انجمن کی بنیاد ڈال دیں۔ موصوف نے یہ درخواست منظور فرمالی ہے عنقریب وہ وہاں تشریف لے جائیں گے۔

بمبئی انجمن ترقی اردو شاخ بمبئی کا سالانہ جلسہ جناب خلیل احمد جاسمی کی صدارت میں منعقد ہوا۔

جنرل سکریٹری کی رپورٹ کے بعد آڈٹ شدہ حسابات کا گوشوارہ پیش کیا گیا جو منظور کر لیا گیا۔

سال آئندہ کے لئے مندرجہ ذیل عہدیداران اور اراکین منتظمہ کا انتخاب اتفاق رائے سے ہوا۔

صدر:۔ حاجی نور محمد احمد صاحب

نائب صدر:۔ جناب معین الدین حارث صاحب

خازن:۔ سید شہاب الدین دسنوی صاحب۔

جنرل سکریٹری:۔ مدن موہن کولے صاحب

اراکین منتظمہ:۔ اصغری بیگم سحر صاحبہ، صفیہ زبیر صاحبہ، شیخ عبدالقادر صاحب، عبدالقوی دسنوی صاحب، فضل اللہ فاروقی صاحب خلیل احمد جاسمی صاحب، عبدالعلیم ساحل صاحب، ذکریا شریف صاحب، صدیق ٹیکی صاحب، ابوبکر مرچنٹ، کماری حنیفہ عراقی صاحبہ اور انوار احمد جعفری صاحب۔

جنرل سکریٹری نے پچھلے سال کی کارروائی کی مختصر رپورٹ پیش کی جس میں بمبئی کے اخبارات اور ان مخلص احباب کا شکریہ بھی

تھا جنھوں نے ان سے تعاون فرمایا۔

جناب سید شہاب الدین صاحب دسنوی نے مرہٹواڑہ اردو کانفرنس کا حال سنایا اور فرمایا کہ انجمن ترقی اردو، اردو کے معاملے میں پہرے دار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس انجمن پر نکتہ چینی اس معاملے میں نہیں کی جانی چاہیے کہ وہ عمومی نوعیت کے مشاعرے یا ادبی نشستیں منعقد نہیں کرتی۔ انجمن کا اہم کام اردو کے حقوق کے تحفظ کی طرف دھیان دینا ہے۔ (نامہ نگار)

پنجاب انبالہ کی انجمن ترقی اردو کے کامیاب مشاعرے کی روداد ہمارے نامہ نگار نے بھی بھیجی ہے مگر اس مشاعرے پر معاصر "میلاپ" نے ایک بہت اچھا نوٹ "پنجاب اردو کا گہوارہ" کے عنوان سے لکھا ہے عدم گنجائش کی وجہ سے اس کا صرف ایک حصہ نیچے دیا جاتا ہے۔

گزشتہ ۲۰ ستمبر کو انجمن ترقی اردو کی پنجاب برانچ کی جانب سے انبالہ کیمپ کے وسیع میدان میں سردار پریم سنگھ صاحب پریم ڈپٹی منسٹر پیپسو کی صدارت میں جو مشاعرہ ہوا اور جس میں اتفاق سے راقم الحروف کو بھی شرکت کا موقع مل گیا تھا اسے دیکھنے کے بعد یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پنجابی عوام و خواص کے دلوں میں اردو زبان اور شعر و ادب کی کتنی گہری محبت ہے۔ اور اردو کی پیدا کردہ مشترکہ تہذیب انھیں کتنی عزیز ہے۔ اس مشاعرے میں مقامی اور بیرونی شعراء کی ایک معقول تعداد شریک تھی جن میں حضرت جوش ملسیانی، علامہ شیشو پرشاد منور لکھنوی، جناب شمس چند روشن پانی پتی، امرچند قیس جالندھری، جناب بسمل ناگی، شیخ بشیر احمد صاحب سابق وزیر اعلیٰ پیپسو کوٹلہ، جناب اختر رضوانی، جناب ظہور سہارنپوری کو ثر تسنیمی سہارنپوری، مولانا ابرار حسنی گنوری کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں۔ یہ مشاعرہ نہایت کامیاب رہا اور اس کامیابی کا سہرا ڈاکٹر سی۔ ایل پال چاند، پروفیسر کنول، ملک رام پرکاش آشنا، حکیم رام پرکاش نادر، بنادری اور پروفیسر تجر جالندھری کے سر رہا جنھوں نے مہمان نوازی اور شائستگی کا ثبوت دیا۔ اس سے یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ترتیب و تنظیم میں بھی خلوص اور شائستگی کا ثبوت دیا۔ اس سے یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ لکھنؤ پنجاب کی جانب بڑھ رہا ہے

غزل

اس شوخ کے ارادے شاید ہوئے ادھر کے
لوٹے رہے ہیں ذرے پھر آج رہگذر کے
روئی گلوں سے مل کر وقت سحر جو شبنم
انداز یاد آئے ہنستی ہوئی نظر کے
وہ مضطرب نگاہیں ہر اک سے پوچھتی ہیں
کیا کوئی اٹھ گیا ہے محفل سے آہ بھر کے
کیا راز ہے بتادے اے گردش زمانہ
کیوں اس طرح یکایک تو رہ گئی ٹھہر کے
تیرا پیام سن کر نہ پوچھ ہے رات کیا کیا
گاتے ہوئے ستارے دامن میں اپنے بھر کے
عقل و خرد کے ہاتھوں لیلائے زندگی کے
اکثر الجھ گئے ہیں گیسو سنور سنور کے
محفل میں نقش جب بھی چھیڑے کسی نے نغمے
ہم نے سنے فسانے اپنی ہی چشم تر کے

(مہیش چندر نقش)

ہماری زبان

۱۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء

انجمن کی مطبوعات

انجمن ترقی اردو ایک علمی، ادبی اور تہذیبی ادارہ ہے اس کا سب سے اہم مقصد معیاری علمی و ادبی کتابیں لکھوانا اور شائع کرنا ہے۔ انجمن نے اس سلسلے میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور تقسیم سے پہلے ڈھائی سو سے زیادہ معیاری کتابیں شائع کی ہیں جن کی وجہ سے اردو ادب کے سرمائے میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے اگر ہندستانی زبانوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انجمن کے کارنامے اس ضمن میں کسی دوسری ہندستانی زبان سے کم نہیں ہیں، نہ معیار کے لحاظ سے اور نہ جامعیت کے لحاظ سے۔ ہندستان کی آزادی کے بعد کئی سال انجمن کی نئی تنظیم میں لگ گئے اس کے باوجود گذشتہ ۲ سال میں انجمن نے تقریباً پچاس کتابیں شائع کی ہیں جن کا ملک کے علمی و ادبی حلقوں میں ہر طرح خیر مقدم کیا گیا ہے۔ اس بات کا اظہار فخریہ نہیں کیا جارہا ہے بلکہ صرف ایک حقیقت کی طرف اشارہ ہے ہمیں اس کا احساس ہے کہ ہمیں اور بھی معیاری کتابیں شائع کرنا چاہئیں اور ان کی تعداد بھی زیادہ ہونی چاہئے۔ مگر ہمارے وسائل محدود ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ وسائل بڑھیں۔ انجمن کا رابطہ اردو دنیا سے اور مضبوط ہو۔ انجمن کی شاخیں ہر صوبے اور ہر صوبے کے ضلعے میں موجود ہوں۔ انجمن کی کتابیں ہر کتب خانے اور دارالمطالعے میں مل سکیں ایسے تحقیقی اور تنقیدی ادب کی اشاعت عام ہو سکے پڑھنے والوں کا علمی و ادبی ذوق بلند کیا جائے انہیں سنجیدہ معلوماتی ادب مہیا کیا جائے۔ وہ نہ صرف اپنی قومی تہذیب سے بلکہ عالمی تہذیب سے آشنا ہوں۔ انہیں نہ صرف اپنی تاریخ کا علم ہو بلکہ دنیا کی رفتار اور تحریکات اور تصورات کا بھی احساس ہو۔ وہ ادب کو صرف مشاعروں، افسانہ نگاری اور ڈرامہ نگاری میں محدود نہ سمجھیں بلکہ تاریخ، اقتصادیات، سائنس، نفسیات کا جو اثر ادب پر پڑتا ہے ان سے ادب جس طرح غذا حاصل کرتا ہے اور برگ و بار لاتا ہے اس کو محسوس کریں۔ ان کی سماجی، جمالیاتی اور اخلاقی حس بیدار ہو اور وہ اچھے شہری اور اچھے انسان بن سکیں۔

انجمن کی کتابوں کی اہمیت کا تو اعتراف کیا جاتا ہے۔ مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی قیمت زیادہ ہے اور لوگوں کی قوت خرید چونکہ کم ہے اس لئے وہ ان کتابوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہ اعتراض ایک حد تک صحیح ہے۔ مگر اس سلسلے میں اگر دوسرے ملک کی حالت کو ذہن میں رکھا جائے تو اعتراض کا وزن کم ہو جاتا ہے۔ علمی کتابیں یا تو خاص طور پر لکھوائی جاتی ہیں جن کے لئے خاصا معاوضہ دیا جاتا ہے یا ان کی اہمیت کے پیش نظر انہیں شائع کیا جاتا ہے۔ یہ کتابیں بہت سستی نہیں ہو سکتیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی موجودہ قیمت کچھ کم کر دی جائے اس مسئلے پر ہماری ادبی کمیٹی ہر پہلو سے غور کرے گی اور اگر قیمتوں میں مناسب کمی ہو سکی تو ضرور ایسا کیا جائے گا۔

انجمن کی ادبی کمیٹی نے اپنے حالیہ جلسے میں ایک دو سالہ پروگرام منظور کیا ہے جس کے تحت معلوماتی ادب کی تقریباً ساٹھ کتابیں شائع کی جائیں گی۔ یہ کتابیں دو سو سے ڈھائی سو صفحے کی ہوں گی۔ اور ان کی قیمت تین سے چار روپے تک ہوگی۔ اس میں اقتصادیات، نفسیات، تاریخ، سائنس، تعلیم، فنون لطیفہ، ہندستانی ادبیات اور مغربی ادبیات اور بین الاقوامی اداروں پر ماہرین کی لکھی ہوئی کتابیں ہوں گی جن کا مقصد عام فہم انداز میں علمی مسائل کو بیان کرنا ہوگا۔ ان کتابوں کے ذریعے سے اردو کے عام پڑھنے والے کے معیار کو بلند کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس پروگرام پر ہم خصوصی توجہ دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ اعلیٰ تحقیقی اور تنقیدی ادب کی کتابیں بھی بدستور شائع ہوتی رہیں گی۔ ظاہر ہے کہ ان کی قیمت کچھ زیادہ ہوگی۔

ان دو مدوں کے علاوہ ہم نے ایسی معیاری کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے جو تخلیقی ادب کے ذیل میں آتی ہیں۔ چنانچہ ممتاز شعراء کا کلام، ممتاز افسانہ نگاروں، مزاح نگاروں اور مضمون نگاروں کے مجموعے بھی انجمن شائع کرے گی۔ ظاہر ہے کہ ہر سال چند کتابیں ہی شائع ہو سکیں گی۔ مگر یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

موجودہ دور کو انتخابات کا دور کہا جاتا ہے۔ آج کل کی مصروف زندگی میں بہت سے لوگ بڑی بڑی کتابوں اور ضخیم دیوانوں کا مطالعہ نہیں کر پاتے مگر وہ اچھے شعراء کے فکر و فن سے واقف رہنا چاہتے ہیں ان کے لئے ہم نے انتخابات کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے جس کی کچھ کتابیں شائع بھی ہو چکی ہیں۔ بارہ انتخابات کا پہلا سٹ قریب قریب مکمل ہو چکا ہے۔ دوسرے سٹ کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں۔ اس طرح ہم تمام ممتاز اور نمائندہ شعراء کے انتخابات رفتہ رفتہ شائع کرنا چاہتے ہیں۔

۱۹۳۶ء کے بعد سے شعرا کی ایک نئی پود سامنے آئی ہے ان میں خوبیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی مگر ان کو ہم نظر انداز کر دیں تو ادب کے کاروان کی رفتار ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو جائے گی۔

اور نہیں ادب کی موت، یا انحطاط یا جمود یا بے راہ روی کے طعنے سننے پڑیں گے۔ چنانچہ انجمن نوجوان شعرا کی بہترین نظموں اور غزلوں کے دو انتخابات شائع کر رہی ہے ان میں ان شعرا کا کلام ہوگا جن کی تخلیقات لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہیں اور جو کسی نہ کسی طرح موجودہ دور کے درد و داغ کا اظہار کر رہی ہیں

انجمن کچھ معیاری کتابیں ہندی رسم خط میں شائع کر رہی ہے تاکہ وہ لوگ جو اردو ادب سے لگاؤ رکھتے ہیں مگر ہمارے رسم خط سے واقف نہیں ہیں ہندی رسم خط میں اس ادب کو پڑھ سکیں۔ اب تک اس سلسلے میں ہماری رفتار قابل اطمینان نہیں رہی۔ اسے ہم تیز کر رہے ہیں۔

ہر زبان میں ذوق سلیم رکھنے والوں کی تعداد کم ہوتی ہے عام پڑھنے والے چٹ پٹی اور چٹخارے کے عادی زیادہ ہوتے ہیں۔ انگلستان اور امریکہ کے وہ لوگ جو ان باتوں پر نظر رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہاں اسی فیصدی کتابیں صرف تفریحی ہی نہیں بلکہ مضر ہوتی ہیں کیونکہ وہ زندگی کی غلط قدریں دیتی ہیں اور وقتی ہیجان کے ذریعے سے ذہن کو مسخ کر دیتی ہیں۔ ہمارے یہاں شاید یہ شرح کچھ زیادہ ہی ہو۔ ہمیں ان لوگوں کو حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ بلکہ ان کے ذوق کو بلند کرنا چاہیے۔ عام پڑھنے والے جو آج کل سستی ناولیں اور چٹ پٹے رومان پڑھتے ہیں لاکھوں روپے کی کتابیں خریدتے ہیں۔ اگر انھیں اچھا ادب سستے داموں اور عام فہم انداز میں ملے تو وہ ضرور پڑھیں گے ہمیں عوام کے موجودہ پست مذاق پر طنز کر کے خاموش نہیں بیٹھنا چاہیے ان کے لئے اچھا لٹریچر مہیا کرنا چاہیے جس کے پڑھنے میں انھیں لطف بھی آئے اور اس کے ساتھ زندگی کی بصیرت بھی حاصل ہو۔ عوام ہماری بنیاد اور ہماری قوت ہیں۔ انھیں کے تعاون اور سرپرستی کے سہارے ہم اعلیٰ ادب کا رنگ محل بھی بنا سکتے ہیں۔ ان کی سرپرستی کر کے ہی ہم اس قابل ہو سکتے ہیں کہ ہم اعلیٰ تحقیقی و تنقیدی کارناموں کی اشاعت کرتے رہیں۔ انجمن ترقی اردو ہند اعلیٰ درجے کا ادب بھی پیش کرے گی جس سے ہماری زبان کا وزن وقار بڑھے گا اور ایسا صحت مند اور عام فہم ادب بھی جس کے ذریعے سے ہمارے عام پڑھنے والے تاریکی کے زنداں سے روشنی کے راستے پر اور بے مقصد اور سستی تفریح کی دلدل سے سنجیدہ اور بیدار ذہن کی شاہراہ پر چل سکیں۔

اردو دنیا کا ہم اس مقدس مشن میں تعاون چاہتے ہیں لسانی محاذ پر کامیابی کے لئے بھی ہمیں ادبی محاذ پر پوری توجہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہر اچھا کام اپنے طور پر ہی مفید نہیں ہوتا وہ دوسرے کاموں میں بھی تقویت اور توانائی کا باعث ہوتا ہے

جدید ہندوستان کا ایک عجوبہ یہ بھی ہے کہ اردو ادب کا اعتراف ہونے لگا ہے۔ مگر اردو زبان کے حقوق کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ادب کا میدان سر کر کے ہم زبان کی لڑائی بھی جیت سکتے ہیں۔

مولانا عبدالسلام ندوی

شبلی کے شاگردوں میں مولانا عبدالسلام ندوی ایک خاص ادبی اور علمی مقام رکھتے تھے۔ خود شبلی کو ان پر فخر تھا۔ سید سلیمان ندوی سیرت نبوی کے مصنف، معارف کے ایڈیٹر اور ایک محقق اور عالم دین کی حیثیت سے اتنے مشہور ہوئے کہ مولانا عبدالسلام ندوی کے تبحر علمی، ان کی بالغ نظری اور تحقیق و تلاش کا پورا اعتراف نہ ہو سکا۔ سید سلیمان ندوی کی جامعیت مسلم ہے۔ لیکن عبدالسلام ندوی خالص ادبی میدان میں کسی طرح ان سے کم نہیں تھے شعر الہند اور اقبال کامل کے علاوہ ان کی دوسری تصانیف اس کی شاہد ہیں مولانا نے اپنی ساری زندگی تصنیف و تالیف میں گزاری اور شور عام سے دور شبلی منزل کے گوشۂ عافیت میں، دار المصنفین کے ایک رفیق کی حیثیت سے قلیل مشاہرے پر علم و ادب کے موتی بکھیرتے رہے۔ حکمائے اسلام ان کی گہری نظر اور نکتہ سنجی کی بڑی اچھی مثال ہے۔ عربی، فارسی اور اردو ادب پر انھیں پورا عبور تھا۔ اسلامی تاریخ خصوصاً تصوف کے ہر جز کے وہ ماہر تھے۔ کم لوگوں کو معلوم ہے کہ مولانا شعر بھی کہتے تھے۔ میں نے جونپور کے مشاعروں میں انھیں بایں سن و سال داغ کے رنگ میں شعر پڑھتے سنا ہے ان کی فطرت میں بڑی معصومیت اور سادگی تھی اور احباب بعض اوقات ان کی سادہ لوحی سے لطف بھی لیتے تھے مگر ان کا احترام سب کے دل میں تھا اور آج ان کے انتقال پر تمام علمی و ادبی حلقوں میں ایک بلند پایہ مصنف، ایک صاحب نظر ادیب اور ایک قابل قدر محقق اور سب سے زیادہ شبلی کے ایک مایہ ناز شاگرد کا ماتم کیا جا رہا ہے۔ افسوس ہے کہ اس نسل کی جگہ لینے والے اب نظر نہیں آتے

مولانا کیفی چڑیا کوٹی

مولانا محمد مبین کیفی چڑیا کوٹی اردو کے ایک کہنہ مشق شاعر اور اہل قلم تھے۔ آپ کے والد مولوی فاروق چڑیا کوٹی استاد علامہ شبلی اور بھائی محمد امین عباسی چڑیا کوٹی کے کارناموں سے علمی طبقہ اچھی طرح واقف ہے۔ اس خاندان کے آخری چراغ مولانا کیفی تھے جو ابھی حال میں انتقال فرما گئے۔ مولانا کیفی نے ہندوستانی اکیڈمی کے لئے جواہر سخن کے نام سے ایک ضخیم تذکرہ اردو شعرا کا ترتیب دیا تھا جو کئی جلدوں میں شائع ہوا تھا۔ مولانا ایک عرصے سے بیمار تھے مگر مشاعروں میں کبھی کبھار شرکت کر لیتے تھے افسوس ہے کہ ان کے انتقال سے ہم قدیم رنگ کے ایک ممتاز اہل قلم سے محروم ہو گئے۔

اردو دنیا

پنجاب میں اردو

وزیر اعلیٰ پنجاب نے آریہ سبھا میمورنڈم کے جواب میں کہا کہ تمام سرکاری نوٹیفیکیشن ہندی اور پنجابی کے علاوہ اردو میں بھی جاری ہوا کریں گے۔ اور جو شخص جس زبان میں سرکار کو درخواست دے گا اسی زبان میں جواب دیا جائے گا۔

اردو کتابوں پر انعام

مرکزی وزارت تعلیم نے "معقول عام ادب کی سمت افزائی" کی اسکیم کے ماتحت مختلف زبانوں کے مصنفوں کو پانچ پانچ سو کے انعامات دئے ہیں۔ اردو میں انعام پانے والے مصنفوں اور کتابوں کے یہ نام ہیں۔

(۱) اطہر پرویز صاحب　　"منجھلی آپا"

(۲) دیوتی سرن شرما صاحب　　"ہماری راج دھانی"

(۳) احمد خلیق صاحب　　"ہم امر ہیں"

روس میں اردو ادیب

اردو کے دو ادیب ظ، انصاری اور انور عظیم کی خدمات حکومت ہند کی اجازت سے روسی حکومت نے حاصل کرلے ہیں۔ یہ ادیب ماسکو پہنچ چکے ہیں ان کے ذمے روسی ادب کو اردو زبان میں منتقل کرنا ہے۔

روسی اردو عالم ہند میں

اردو ہندی اور سنسکرت کے مشہور روسی عالم مسٹر بیرنکوف آج کل ہندستان آئے ہوئے ہیں۔ مسٹر بیرنکوف لینن گراڈ یونیورسٹی میں ہندی اور اردو کے استاد ہیں۔

ہندستان آنے کی تمنا انھیں ورثہ میں ملی تھی ان کے والد بھی یہاں آنے کے متمنی تھے۔ لیکن موت نے ان کی یہ تمنا پوری نہ ہونے دی۔

دو ادیبوں کا انتقال

مشہور ادیب اور مصنف مولانا عبدالسلام ندوی جو شعر الہند اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے جنھوں نے اپنی ساری عمر دار المصنفین میں تالیف و تصنیف میں بتادی۔ گزشتہ ہفتہ ۷۰ سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہونے سے وفات پاگئے۔

اسی نامراد ہفتہ میں مشہور شاعر علامہ کیفی چڑیا کوٹی نے اچانک فالج کے حملے سے ۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا

پنجابی کی شاعرہ

پنجابی زبان کی مشہور شاعرہ امرتا پریتم صاحبہ کو حکومت ہند نے پنجابی زبان کی ایک کتاب پر پانچ ہزار روپے انعام دیا ہے۔

کشمیر میں اردو سرکاری زبان

۱۰؍ اکتوبر کو ریاست جموں و کشمیر کی دستور ساز اسمبلی میں نئے آئین کا مسودہ پیش کردیا گیا۔ اس میں زبان سے متعلق یہ تجویز ہے کہ مجلس قانون ساز میں کارروائی اردو یا انگریزی میں ہوگی لیکن اسمبلی کے صدر اور کونسل کے چیرمین کسی ممبر کو ہندی یا اس کی مادری زبان میں تقریر کی اجازت دے سکیں گے بشرطیکہ وہ اردو یا انگریزی میں اظہار خیال نہ کرسکتا ہو۔

ریاست کی سرکاری زبان اردو ہوگی۔ لیکن انگریزی جاری رہے گی۔

سنسکرت کمیٹی

حکومت ہند نے ایک کمیٹی بنائی ہے جو سنسکرت زبان کو مقبول بنانے اور طریقہ تعلیم کو سہل کرنے کے مسئلے پر غور کرے گی۔

سرکاری زبان اردو

راجیہ سبھا میں ڈپٹی ہوم منسٹر مسٹر داتار نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ دستور کی دفعہ ۳۴۷ کے تحت حکومت غور کرے گی کہ اردو زبان یوپی اور بہار کی سرکاری زبان بنائی جا سکتی ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ یوپی اور بہار کے میمورنڈم حکومت کو مل چکے ہیں۔ یوپی میں اردو تعلیم کا انتظام کردیا گیا ہے میمورنڈم کے جواب کے سلسلے میں کوئی بات نہیں بتائی۔

حجاز میں اردو

حجاز کے سابق ڈائرکٹر گورنمنٹ پریس استاد محمود الحافظ اپنے صاحبزادے کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل کرانے آئے ہیں۔

انھوں نے فرمایا کہ اردو زبان حجاز میں عام طور پر سمجھی جاتی ہے تجارتی اور کاروباری حلقوں میں خوب بولی بھی جاتی ہے۔ اس کا سبب وہ بے شمار ہندستانی اور پاکستانی حاجی ہیں جو حج اور زیارت کے لئے لاکھوں کی تعداد میں یہاں آتے ہیں اور کبھی کبھی کافی عرصے تک قیام کرتے ہیں۔

یہ خود بہت صاف اردو بولتے ہیں۔

اردو کا روشن مستقبل

بھوپال کے چیف منسٹر ڈاکٹر شنکر دیال شرما نے گنوری انٹر کالج کی بزم ادب کی صدارت کرتے ہوئے

(باقی صفحہ ۱۰ ملاحظہ کیجیے)

دلچسپ باتیں

گمشاعر کی تلاش

اخبار اسٹیٹسمین کے ایک نامہ نگار نے حال میں جگر مرادآبادی کا ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔ جگر صاحب کو کشمیر کے جشن کے سلسلے میں ایک مشاعرے میں مدعو کیا گیا تھا۔ بخشی غلام محمد نے اس سلسلے میں جگر صاحب کے خیر مقدم کا خاص انتظام کیا۔ جگر صاحب کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی مگر باوجود تلاش کے وہ کہیں نظر نہ آئے۔ بخشی صاحب نے ہر ممکن جگہ دریافت کرایا پر پتہ نہیں ہوا۔ مگر عین مشاعرے کے وقت وہ اپنے پریشان بال اور شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ موجود تھے۔

معلوم یہ ہوا کہ سرکاری انتظامات کو نظر انداز کر کے جگر صاحب اپنے ایک پرانے شناسا کے ساتھ ٹھہرے تھے جو جہلم میں کشتی چلاتا ہے۔

چار زبانی مشاعرہ

گاندھی جینتی کے موقعے پر ملت کلا سنگھ نے چار زبانی مشاعرے کا پروگرام بنایا۔ مشاعرے کی صدارت مسٹر ... کوٹرٹ کیٹی کے لئے تجویز ہوئی۔

مشاعرے میں منوہر لال شارتب، پنڈت ناگیش پانڈے، کنول پرشاد کنول، شاہد صدیقی، سلیمان اریب، گرجا شنکر گرلیش کے علاوہ تلگو اور مرہٹی کے شعرا کا کلام سننے کا اہتمام کیا گیا۔

بقیہ صفحہ سے آگے۔

فرمایا:

یکم نومبر کو ریاستوں کی جدید تنظیم کے بعد کسی زبان کے کچلے جانے کا امکان باقی نہیں رہا۔ حامیان اردو کو اس کے مستقبل کے اندیشے کی بجائے اردو کو سنوارنے کی فکر کرنی چاہئے کسی زبان کو کوئی ختم نہیں کر سکتا اور جس زبان میں اتنا اچھا لٹریچر ہو بھلا وہ ختم کی جا سکتی ہے۔ اردو ہماری زبان ہے اور اس پر ہمیں فخر ہے اردو کا مستقبل تابناک ہے۔

تلگو انسائیکلوپیڈیا

[illegible] آندھرا وگیان کوش سمیتی نے آٹھ آٹھ سو صفحوں کی چھ جلدوں میں ایک تلگو انسائیکلوپیڈیا ترتیب دی ہے۔ اس کی اشاعت پر چالیس ہزار روپے تک بھگ لاگت آئے گی۔

چیف منسٹر حیدرآباد ڈاکٹر بی رام کرشن راؤ نے ایک خوشگوار تقریب میں مسودات مجلس کے حوالے کئے۔

مراسلات

"آپ کی رائے"

از حافظ عبدالقیوم صاحب ناگور

(۱) انجمن کی طرف سے آل انڈیا پیمانے پر اردو فنڈ قائم کر کے اردو ادب فارسی اور ناگری رسم خط میں مناسب قیمت پر زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے۔

(۲) ڈاکٹر سید محمود اور حاجی بہادر گوڑ کے خطبے پمفلٹ کی شکل میں شائع کئے جائیں اور انجمن کی شاخوں میں بھیجے جائیں۔ ان کی کافی تشہیر کی جائے۔ اخبار ہماری زبان کے دو صفحے بڑھا دئے جائیں۔

(۳) دلچسپ معلوماتی مضامین۔ ادبی مقالات اور معیاری افسانے بھی شائع کئے جائیں۔

یہ تجاویز زیر غور ہیں (ہماری زبان)

از مولانا ابوالظفر ندوی صاحب گجرات

اخبار ہماری زبان کافی ترقی کر رہا ہے۔ قیمت اور گھٹا دی جائے تو اچھا ہے۔

آپ کے خیال میں موجودہ قیمت زیادہ ہے؟ (ہماری زبان)

از ایس رضا ہاشم بمبئی

ہماری زبان خوب ترقی کر رہا ہے اس کے لئے میں مبارکباد دیتا ہوں۔ اگر اپنے کالموں میں آپ "ادبی سوال جواب" کا سلسلہ شروع کریں تو بہت مفید ہوگا۔

یہ سلسلہ کچھ دن بعد شروع کیا جا سکے گا (ہماری زبان)

از جناب بشیر احمد صاحب حیدرآباد

(۱) ہماری زبان میں جو مناسب تبدیلیاں ہوئی ہیں اس سے مسرت ہوئی حامیان اردو کو وقتاً فوقتاً اس کی خریداری کی طرف توجہ دلانا چاہئے تاکہ فائدہ عام ہو۔

(۲) اور جو صدارتی خطبے شائع ہوتے ہیں۔ وہ علیحدہ پمفلٹ کی شکل میں بھی شائع ہوں۔

(۳) مالی حالت مستحکم کرنے کے لئے اشتہارات بھی دینا ضروری ہے

(۴) مرکزی انجمن کو اپنا ایک پریس بھی قائم کرنا چاہئے اس کے لئے پریس فنڈ قائم کیا جائے۔

ان سب مسائل پر توجہ ہو رہی ہے۔ (ہماری زبان)

ادارۂ ادب اردو

قادریہ ہائی اسکول برہان پور میں نائب وزیر سماجی تعلیم عبدالقادر صدیقی صاحب نے "ادارہ ادب اردو" کا افتتاح کیا۔ جناب مرزا محمود بیگ صاحب ساز نگراں ادارہ ادب نے طلبا کے ادبی ذوق کو سراہا۔

(نامہ نگار)

خطبۂ صدارت

کل مرہٹواڑہ اُردو کانفرنس

جناب حبیب الرحمن صاحب معتمد انجمن ترقی اردو (حیدرآباد)

(۲۲، ۲۳ ستمبر ۱۹۵۶ء کو پربھنی (حیدرآباد) میں پڑھا گیا)

بزرگو اور دوستو!

میں مجلس استقبالیہ کے اراکین اور عہدہ داروں کا شکرگزار ہوں کہ انھوں نے اس اہم کانفرنس کی صدارت کا مجھے اعزاز بخشا۔ اپنی کوتاہیوں کو محسوس کرتے ہوئے میں نے اس ذمہ داری سے بچنے کی بہت کوشش کی لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اب آپ کے تعاون سے بھروسہ کرکے میں یہاں حاضر ہوا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ یہ کانفرنس اپنے مقاصد میں کامیاب ہو۔

اب سے کوئی ڈیڑھ مہینہ پہلے راجا مندری میں کل آندھرا پانچویں اردو کانفرنس کو خاطب کرتے ہوئے میں نے اس بات پر خوشی ظاہر کی تھی کہ ریاستوں کی نئی تنظیم کے بعد حیدرآباد اور آندھرا میں اردو کا کام کرنے والے ایک ہی ریاستی مرکز سے اردو کی خدمت کے فرائض انجام دیں گے لیکن آج یہاں پربھنی میں صورت حال اس کے برعکس ہے۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں حیدرآباد کی یہ قدیم ریاست بہت جلد ٹوٹنے والی ہے اور اس کے تین حصے تین مختلف ریاستوں میں شامل ہونے والے ہیں۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے اچھا ہے یا بُرا۔ اس پر اظہار خیال کی اب نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ یہ اس کا موقع۔ البتہ یہ منظر دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ ہمارے بعض مہربان جو حیدرآباد کے حصے بخرے کرنے کی بڑے جوش سے حمایت کرتے تھے آج وہی کچھ پریشان سے دکھائی دیتے ہیں۔ عجب نہیں وہ دل ہی دل میں پشیمان بھی ہو رہے ہوں۔ ایک اور لطیفہ یہ ہے کہ بمبئی کو دو زبانی ریاست بنانے کا فیصلہ ہوتے ہی ہمارے اکثر رہنماؤں کو ایک نئی روشنی نظر آنے لگی ہے جس کی چمک میں نہ صرف دو زبانی بلکہ کئی زبانی ریاستوں کے ان گنت فوائد کھل کھل کر ان کے سامنے آ رہے ہیں۔ کاش یہ روشنی انھیں کچھ پہلے نظر آجاتی اور ہندستان کی مشترک تہذیب کا یہ بے مثال نمونہ۔ حیدرآباد۔ تقسیم ہونے سے بچ جاتا۔ لیکن قدرت کو یہ منظور نہ تھا۔ لیکن یہ بہرحال اب ایک دوسرے سے الگ ہونا ہے اور اس عمل جراحی کے جو بھی نتائج ہوں ان کا مقابلہ کرنا ہے۔ جدائی ہمیشہ شاق گزرتی ہے اس لئے اگر اس موقع پر ہمارے جذبات کسی قدر متاثر ہوں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ بالکل فطری امر ہے۔ ساتھ ہی سمجھداری کا یہ تقاضا ہے کہ ہم جذبات کی رو میں نہ بہہ جائیں بلکہ انھیں اپنے قابو میں رکھیں اور بدلتے ہوئے حالات میں عملی جدوجہد کے نئے راستے تلاش کریں آج یہاں ہمارے مل بیٹھنے کا یہی بڑا مقصد ہے۔

ریاستوں کی نئی تنظیم کے سلسلے میں گزشتہ کئی مہینوں سے جو ہل چل مچی ہوئی ہے اس میں ایک بات مجھے ہمیشہ کھٹکتی رہی۔ اور وہ ہے اہل مرہٹواڑہ کی مسلسل خاموشی۔ اس میں شک نہیں کہ افراد کی حد تک متانت و سنجیدگی بڑا اچھا وصف ہے۔ لیکن اگر جماعتیں اس وصف کی خاطر خاموشی اختیار کریں تو انھیں بعض اوقات سخت نقصان پہنچ جاتا ہے۔ جمہوریت کے دور میں تو یہ بات اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ آپ اپنے واجبی حقوق کا علی الاعلان مطالبہ کریں اور دوسروں کو جتائیں کہ آپ کے مطالبات ہر لحاظ سے معقول ہیں۔ تلنگانہ کے رہنے والوں نے ایسی ہی جدوجہد کی بدولت اپنے لئے ریاست آندھرا میں کچھ تحفظات حاصل کرلئے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ اسی قسم کے تحفظات ریاست بمبئی میں مرہٹواڑہ کے اور ریاست میسور میں کرناٹک کے باشندوں کو نہ ملیں۔ ضرورت ہے کہ آپ جلد از جلد اپنے مطالبات مرتب کریں اور ان کو منوانے کے لئے متعلقہ حلقوں میں مناسب کارروائی شروع کردیں۔ خوش قسمتی سے جناب ڈگمبر راؤ بندو صاحب وزیر داخلہ حیدرآباد اس وقت یہاں موجود ہیں آپ نے اس کانفرنس کا افتتاح کرکے بڑی دور اندیشی کا ثبوت دیا ہے اہل مرہٹواڑہ پر اب یہ ظاہر ہوگیا ہے کہ وہ اپنی جدوجہد میں تنہا نہیں رہیں گے بلکہ نئی ریاست بمبئی میں ان کے حقوق کی پیروی کرنے اور نئی تنظیم سے پیدا ہونے والے مسئلوں سے نبٹنے کے لئے ان کو بندو صاحب جیسے سنجیدہ، سمجھدار، ہمدرد اور انصاف پسند رہنما کی توانائیاں حاصل رہیں گی۔

آئندہ بننے والی نئی ریاست بمبئی کے ایک اہم جزو کی حیثیت سے اہل مرہٹواڑہ کو یوں تو زندگی کے بہت سے شعبوں میں بدلے ہوئے حالات سے مطابقت پیدا کرنا اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ضروری تدبیریں اختیار کرنا ہوگا۔ لیکن

آج جس موضوع سے ہم اس کانفرنس میں جمع ہوئے ہیں اس کا تعلق جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں اردو سے ہے۔ اس لئے اب ہم خاص طور پر اردو کے مسئلے کی طرف توجہ کریں گے۔

ہندستان میں یوں تو بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ لیکن ان میں سے چودہ زبانوں کو ان کی اہمیت کا لحاظ کرتے ہوئے دستور نے خاص طور پر تسلیم کیا ہے۔ یہ چودہ زبانیں وہ ہیں جن کو لوگ ملک کے مختلف علاقوں میں مادری زبان کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اکثر علاقے تو ایسے ہیں جہاں ایک ہی زبان بولی جاتی ہے۔ لیکن چند علاقے ایسے بھی ہیں جہاں دو دو تین تین زبانیں بولنے والے ایک دوسرے کے ساتھ رہتے بستے ہیں۔ دستور بنانے والوں کے سامنے یہ تصور تھا کہ ہر صوبے میں وہاں کی علاقائی زبان یا زبانیں نشوونما حاصل کریں اور ہندی کو اس طرح فروغ دیا جائے کہ وہ مختلف صوبوں کے درمیان واسطے کا کام دے جہاں تک انگریزی کا تعلق ہے اس کو بھی بطور ایک زائد زبان کے قائم رکھا جائے تاکہ بین قومی اغراض کے لئے اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ یہ تھی وہ صورت حال جس کو سارے ملک نے مان لیا تھا اور جس کو دستور نے توثیق کردی تھی۔ اور سب کو یقین تھا کہ صوبائی حکومتیں اپنے اپنے علاقوں میں دیانت داری کے ساتھ اس پالیسی پر عمل کریں گی۔ لیکن ملک کی بدقسمتی کہ شمالی ہند کے ایک خاص گروہ نے ہندی کی ترقی کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ دوسری زبانوں کی ترقی کا راستہ روکا جائے اور انھیں ان کے واجبی حقوق سے محروم کیا جائے۔ ہندی کی حمایت میں انھوں نے جو رویہ اختیار کیا اس سے دوسری زبان والوں کے دلوں میں طرح طرح کے اندیشے پیدا ہونے لگے یہاں تک کہ جنوبی ہند کے وسیع علاقے میں یہ خیال پختہ ہوگیا کہ شمال والے ہندی کے ذریعے ان پر ایک نیا سامراج مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ شمالی ہند کے اس مختصر گروہ نے انگریزی دور کے پیدا کئے ہوئے اردو ہندی جھگڑے کو خوب ہوا دی اور ملک کی تقسیم سے جو تلخی پیدا ہوگئی تھی اس سے پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے اردو کے خلاف ایک زبردست محاذ بنالیا۔ اتفاق سے اترپردیش کی صوبائی حکومت میں بھی ایسے عناصر کو غلبہ حاصل ہوگیا ہے جو بظاہر کھدر پہنتے اور گاندھی جی کا نام جپتے رہتے ہیں لیکن ان کا عمل ٹھیک کانگریس کے اصول اور بابائے قوم کی تلقین کے خلاف ہوتا ہے ان حالات کا جو نتیجہ ہو سکتا تھا وہی ہوا یعنی اردو کو خود اس کی جنم بھومی سے دیس نکالا مل گیا۔ اردو کے ساتھ اترپردیش کی حکومت کا یہ تعصب ایک متعدی بیماری کی طرح بعض دوسرے صوبوں پر بھی اثر انداز ہوا۔ لیکن اس فرق کے ساتھ کہ شمال میں حکومتیں اور ان کے کارندے دونوں کھلے بندوں اردو کا گلا گھونٹتے ہیں اور جنوب میں حکومتوں کی اعلیٰ سطح پر تو اردو کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا جاتا ہے لیکن نیچے کے کارکن جن کے ہاتھوں میں پالیسی کی تعمیل ہوتی ہے وہ اکثر اس تاک میں لگے رہتے ہیں کہ جہاں موقع ملے اردو کے خلاف "ڈنڈی" ماردی جائے نتیجہ یہ ہے کہ آج اردو کے تعلق سے ایک عجیب و غریب منظر ہمارے سامنے ہے۔ ایک طرف تو ملک کے وزیراعظم اردو کو اپنی مادری زبان بتاتے، اردو بولنے پر فخر کا اظہار فرماتے اور اردو کے ساتھ انصاف کرنے کی ضرورت پر بار بار زور دیتے ہیں اور دوسری طرف صوبائی حکومتیں جو وزیراعظم ہی کی پارٹی سے تعلق رکھتی ہیں اردو کی جڑوں پر برابر کلہاڑی چلاتی رہتی ہیں۔ جمہوریت کی یہ ایک نئی تعبیر ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے آرہی ہے۔

حضرات! اب اہم سوال یہ ہے کہ ان حالات میں اردو والوں کو کیا کرنا چاہئے۔ گذشتہ چند سال سے اردو کا کام کرتے ہوئے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ ہم اردو والوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ہر چیز کو صرف ایک پیمانے سے ناپا کرتے ہیں۔ وہ ہر وقت یہی سوچتے ہیں کہ انھیں کسی کام کا رتی معاوضہ کس قدر ملے گا۔ اگر انگریزی پڑھنے سے سو روپے کی آمدنی ہوتی ہے اور اردو پڑھنے سے ڈیڑھ سو کی تو وہ ضرور اردو پڑھیں گے لیکن اگر ہندی پڑھنے سے دو سو روپے ملنے کی توقع ہے تو وہ اردو کو ٹھکرا دیں گے۔ اگر گذشتہ جنگ میں خدانخواستہ اتحادیوں کو شکست ہوتی اور ہند پر جاپان کا قبضہ ہو جاتا تو یہ لوگ فوراً جاپانی زبان سیکھنا شروع کردیتے اور اگر دوسری طرف سے جرمن فوجیں گھس آتیں تو وہ جرمن زبان کو اپنانے کے لئے فوراً آگے قدم بڑھاتے۔ مختصر یہ کہ جو ملک بھی زیادہ مقدار میں دانہ چارہ دینے کے قابل ہوگا اسی کے آگے وہ سر جھکا دیں گے۔ تاریخی، ثقافتی، اخلاقی یا مذہبی اقدار کی بنا پر مادری زبان میں تعلیم کی ضرورت جتلانے کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہاں ہر چیز کا حساب ٹکوں کی مقدار سے لگایا جاتا ہے۔ میری رائے میں ایسے لوگوں سے زیادہ الجھنا بے سود ہے۔ زمانہ انھیں بتادے گا کہ جن روزگار کی خاطر وہ اپنی ہر چیز کو قربان کردینا چاہتے ہیں اس کا انحصار کسی زبان کے سیکھنے پر اتنا زیادہ نہیں ہے جتنا وہ اپنی دانست میں سمجھے ہوئے ہیں۔ بے روزگاری کی لعنت کا ملک سے دفع ہونا اور عام معاشی خوشحالی کا پھیلنا وابستہ ہے اور بھی متعدد اسباب کے ساتھ جن کی تفصیل پیش کرنے کا یہ موقع نہیں ہے اس کے

علاوہ اردو والوں کو اردو پڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ کوئی دوسری زبان نہ سیکھیں۔ ساری دنیا میں زندگی کا ڈھانچہ ہی ایسا بنتا جارہا ہے کہ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق کسی کو دو کسی کو تین کسی کو چار زبانیں سیکھنا پڑتا ہے۔ کون سی زبان کس معیار تک سیکھی جائے اس کا بھی ہر ایک کے لئے ایک ہی جواب نہیں ہوسکتا۔ مختلف حالات اور قانونوں کے تحت مختلف لوگ مختلف راستے اختیار کریں گے۔ لیکن ایک بات جس سے کوئی سمجھدار اور انصاف پسند آدمی انکار نہیں کرسکتا وہ یہ ہے کہ ان تمام اختلافات کے باوجود کسی کو بھی اپنی مادری زبان سیکھنے اور اس میں مناسب دستگاہ حاصل کرنے سے محروم نہیں رہنا چاہئے یہ ساری دنیا کا مسلّمہ اصول ہے اور جہاں بھی اس کے خلاف عمل ہوتا ہے۔ وہاں جلد یا دیر سے ردّعمل کی صورت پیدا ہونا لازمی ہے۔

اردو کے ساتھ آج کل ہندستان کے بعض حصوں میں جو ناروا سلوک ہورہا ہے اس کے خلاف احتجاج برابر جاری ہے۔ اس احتجاج کا سب سے بڑا مرکز اترپردیش ہے کیونکہ یہی وہ صوبہ ہے جہاں اردو سب سے زیادہ مشق ستم بنی ہوئی ہے۔ اور جہاں بعض صاحبان اقتدار بھولے پن سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا اردو بھی کوئی زبان ہے انجمن ترقی اردو ہند جس کا صدر دفتر علی گڑھ میں ہے برابر کوشش کررہی ہے کہ اردو کے ساتھ ناانصافی کا یہ سلسلہ ختم ہو۔ تقریباً دو سال پہلے اترپردیش کے بیس بائیس لاکھ باشندوں کے دستخطوں سے ایک محضر صدر جمہوریہ کی خدمت میں پیش کیا جاچکا ہے جس میں دستور کے تحت اردو کو اس کا جائز مقام دلانے کی درخواست کی گئی ہے۔ ان دستخطوں کے حاصل کرنے میں اردو کے پریمیوں نے جس ہمت ایثار، ضبط اور نفس کشی سے کام لیا ہے، وہ ہم سب کے لئے ایک قابل تقلید مثال ہے۔ اردو کے ان مخلص کارکنوں نے جان بوجھ کر جلسوں، جلوسوں، جھنڈوں اور دھواں دھار تقریروں سے احتراز کیا اور خود کو گم نام رکھ کر یہ عظیم الشان مہم ایسی خاموشی اور ایسے ضابطے کے ساتھ چلائی کہ کسی کو یہ کہنے کی ہمت نہ ہوسکی کہ اس کام میں کسی قسم کا کوئی فریب یا دھوکہ ہے دو سال سے یہ محضر صدر جمہوریہ کے ملاحظے میں پیش ہے اور اردو بولنے والے کروڑوں جمہوریوں کی آنکھیں راشٹرپتی کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ کہ آزاد بھارت میں عدل و انصاف کا یہ دستوری سرچشمہ انہیں مایوس نہیں کرے گا۔ لیکن حضرات! امکان کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں بھی ہمیں مایوسی کا منھ دیکھنا پڑے اور ہمارے صبر و تحمل اور خدمت و ایثار کے امتحان کا دور بہت طویل ثابت ہو۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اردو کی بقاء اور ترقی کا انحصار حکومت، قانون، اسمبلی، پارلیمنٹ، وزیراعظم، پریزیڈنٹ ان سب سے زیادہ خود اردو بولنے والوں پر ہے۔ آپ اگر اردو کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہوجائیں اور اس کی خاطر ضروری ایثار کے لئے تیار ہوں تو دنیا کی کوئی طاقت اس زبان کو نہیں مٹاسکتی جس کے بولنے والے ہزاروں اور لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ بات میں محض جذباتی طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ تاریخ کے صفحات شاہد ہیں، کہ کس طرح حکومتوں نے طاقت کے بل پر زبانوں کو مٹانا چاہا مگر نہ مٹا سکیں۔ اور اس واسطے نہیں مٹا سکیں کہ ان زبانوں کے بولنے والوں نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ ہم انھیں کسی طرح مٹنے نہیں دیں گے۔ آپ بھی ایک مرتبہ سچے دل سے تہیہ کرلیجئے اور پھر دیکھئے کہ کیسے کیسے انوکھے طریقوں سے قدرت آپ کی مدد کرنے لگتی ہے اور کیسے غیر متوقع گوشوں سے آپ کی تائید میں آوازیں بلند ہونے لگتی ہیں۔

اردو کے خدمت گزاروں کو ایک بات کا خاص طور پر لحاظ رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اردو کی حمایت میں وہ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے کسی اور زبان کی ذرا بھی مخالفت ظاہر ہوتی ہو۔ جہاں تک ہندی کا تعلق ہے اس کو تو ہمیں خصوصیت کے ساتھ اپنانا ہے، صرف اس لئے نہیں کہ وہ مرکزی حکومت کی سرکاری زبان بننے والی ہے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ ہندستان کی کوئی زبان اردو سے اس قدر قریب نہیں ہے جس قدر کہ ہندی۔ اردو کے ادیبوں، شاعروں اور مصنفوں کی خدمت میں میری گزارش ہے کہ وہ اپنی زبان کو جہاں تک ہوسکے عوام سے قریب لانے کی کوشش کریں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ وہ آسان سے آسان زبان استعمال کریں اور ہندستان کی دوسری زبانوں کے زیادہ سے زیادہ الفاظ کو اردو کا جامہ پہنانے میں انھیں تامل نہ ہو۔ اردو بولنے والے سارے دیش میں پھیلے ہوئے ہیں اور دیس کے مختلف حصوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اس لئے اردو بولنے والوں کو اپنے اپنے علاقے کی اکثریتی زبان بھی سیکھنا پڑے گی۔ اردو بولنے والے اگر ذرا سمجھداری سے کام لیں اور محنت سے جی نہ چرائیں تو ان کی زبان کا پھیلاؤ اس کی آئندہ ترقی میں بہت کچھ مدد دے سکتا ہے۔

(باقی آئندہ)

خطبۂ صدارت کل ہند اُردو مجلس آندھرا

ڈاکٹر وی کے سیتہ وادی ممبر پارلیمنٹ

(بہ سلسلۂ گزشتہ)

اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یوپی اور بہار میں اردو کا کوئی کیس نہیں بنتا تو دلی اور پنجاب کے متعلق حکومت کیا دلیل تلاش کرے گی، جہاں اردو پہلے سب زبانوں پر حاوی ہے اور پنجاب کے متعلق تو پارلیمنٹ کے ایک سرکردہ ممبر دیوان چمن لال اس کا مطالبہ بھی کر چکے ہیں۔ اور اب آندھرا کا معاملہ بھی زیادہ نمایاں ہو چلا ہے۔ صوبوں کی نئی حد بندی کے بعد حیدرآباد کا اردو بولنے والا علاقہ آندھرا میں شامل ہو کر غالباً دکن میں اردو بولنے والوں کی سب سے بڑی اکثریت یہاں آجائے گی اور اس میں علاقائی زبان کے طور پر اردو کا معاملہ زیادہ مضبوط ہو جائے گا۔ اس لئے دلی، یوپی، بہار پنجاب اور آندھرا میں اردو کا معاملہ زیادہ سنجیدگی کے ساتھ حکومت کو زیر غور لانا ہوگا۔ یقیناً اعداد و شمار کے علاوہ لنگ کا سہارا لے کر زیادہ عرصے تک اس مطالبہ کو نظر انداز کرنا حکومت کی لسانی پالیسی کے متعلق اقلیتوں کے شبہات کو قوی کرنے اور سیاسی چال بازوں کے لئے اس صورت حال سے فائدہ کا موقع مہیا کرنے کا باعث ہوگا۔

میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کی لسانی پالیسی کی بنیاد کسی زبان کے بولنے والوں کی تعداد پر منحصر ہونے کی جگہ خود اس زبان کی افادیت پر ہونا چاہئے کم از کم سنسکرت کے معاملے میں حکومت کا رویہ میرے اس نظریہ کی تائید کرتا ہے۔ یہ سنسکرت کی افادیت ہی تھی جس نے حکومت کو سنسکرت کمیشن مقرر کرنے کے خیال پر آمادہ کیا ہے۔ ورنہ اگر اعداد و شمار کو دیکھا جائے تو بول چال کی حیثیت میں سنسکرت کا کوئی درجہ ہی نہیں بنتا۔

اردو نے اس ملک میں جہاں قدم قدم پر ایک نیا تمدن نئی تہذیب اور نرالی زبان ملتی ہے۔ مشترک تہذیب اور متحدہ قومیت کی بنیاد اس وقت رکھی تھی جب ذات پات اور رنگ و نسل کے امتیازات شباب پر تھے۔ اردو نے اپنے دامن میں درجنوں زبانوں کو پناہ دی اور ہندو مسلمان انگریز وکشمی کالے گورے کے لئے ایک مشترک پلیٹ فارم مہیا کیا۔ ملک کے تمام بڑے مذاہب کی اشاعت میں اردو نے جو نمایاں حصہ انجام دیا ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آج بھی جب صوبائی حد بندی فرقہ وارانہ کشمکش اور سیاسی اقتدار کی کھینچ تان نے ملک کی فضا مکدر کر رکھی ہے۔ اردو ہی ہماری امیدوں کا آخری سہارا نظر آتی ہے لیکن حکومت کی ذمہ داری اور اردو کے متعلق ہمارے مطالبات کتنے ہی وزن دار کیوں نہ ہوں، میرا یہ یقین غیر متزلزل ہے کہ اردو کی ترقی اس کی اشاعت اور مقبولیت کا جہاں تک تعلق ہے وہ اردو کے علمبردار شعراء اور ادباء کے ہاتھوں ہی انجام پذیر ہوتا ہے۔

لیکن اس کے برعکس جو تھوڑا بہت میں دیکھتا رہا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہماری اردو جماعتیں حکومت کی سرد مہری کی شکایات اور قرار دادیں پاس کرنے میں مصروف ہیں مجھے تعمیری سرگرمیوں کی کمی نظر آتی ہے۔

انجمن ترقی اردو ہند نے تعمیری پہلو سے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور دے رہی ہے۔ سب سے بڑی اور اہم ضرورت تحریک میں مرکزیت پیدا کرنے کی ہے۔ مجھے کل آندھرا اردو مجلس اور انجمن ترقی اردو ہند کے باہم تعلق کا علم نہیں ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ ایک اہم ضرورت ہے کہ بکھرتے ہوئے یہ سب دانے ایک ہی دھاگے میں پرو دئے جائیں۔ اس میں خوبصورتی بھی ہوگی، طاقت اور نظم بھی۔

تحریک میں مرکزیت پیدا کرنے اور اردو تحریک کا ایک مقصد متعین کرنے میں خود اعتمادی ایک بنیادی ضرورت ہے ایک بار پھر یہ سمجھ لیجئے کہ لسانیات میں سیاسی طاقت کا سہارا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ایسا ہوتا تو آج ملک کے ۴۰ کروڑ باشندوں کی زبان فارسی ہوتی۔ مگر ایسا نہیں ہے۔

میں پھر عرض کرتا ہوں کہ اردو کے متعلق حکومت کا کیا فرض ہے۔ یہ فیصلہ اس پر چھوڑ دیجئے اور اپنی قوت بازو اور خود اعتمادی کا سہارا لے کر اردو کا نشان بلند کر دیجئے۔ اس شمع کو اپنی دماغ سوزی اور جگر کاوی سے روشن رکھئے۔ آپ دیکھیں گے کہ اندھیرا چھٹ رہا ہے۔

ایک اردو فنڈ کا قیام آپ کی تحریک میں اتنا ہی ضروری ہے۔ جتنا انسانی جسم کے قیام میں ریڑھ کی ہڈی اور ان سب کاموں کو ایک منصوبہ بندی کے ماتحت کرنا کامیابی کا سب سے بڑا ضامن ہوگا۔ ایک مقررہ رقم جمع کرنے کے لئے ایک وقت معین کریں اور پھر تمام توجہات اس پر مرکوز کر دیں۔

اردو کی اشاعت میں مشاعروں کا ایک خاص مقام رہا ہے لیکن یہ محض ایک پہلو ہے۔ اردو کا مذاق پیدا کرنے کے لئے اردو رسائل و اخبارات اور کتب کو عوام تک پہنچانے کے لئے لائبریریوں کا قیام وابستہ اردو لٹریچر۔ اردو تعلیم کے سلسلے میں بالغوں کے لئے مفت تعلیمی مرکز۔ یہ کچھ موٹی موٹی باتیں ہیں جن کو تحریک

کے تیری پروگرام میں اہمیت حاصل ہے

خوشی کا مقام ہے کہ اردو ادب کے لئے خوشنودی کیمپ میں دلچسپی اور ذوق پیدا ہو رہا ہے اور ہندی کے پریمی اردو ادب کی پیاس محسوس کر رہے ہیں۔ اردو جماعتوں کے لئے موقع ہے کہ وہ اس نئے رجحان سے فائدہ اٹھانے کے لئے آگے بڑھیں۔ اور دیوناگری رسم الخط میں اردو ادب کے خزانے سے جواہر پارے نکال کر پیش کریں۔ خریداروں کی کمی نہیں۔ بازار میں جنس لانے کی ضرورت ہے۔ اور رسم الخط کے معاملے میں طبیعتوں کو کشادہ کرنے کی

ہندی حلقوں میں اس نئے پیدا ہونے والے رجحان کا نمونہ شری اجودھیا پرشاد گوئل کا وہ سلسلہ ہے جو بہار سے شعر و سخن نامی کتاب کی صورت میں شائع ہو رہا ہے۔ اس کتاب کے پانچ حصے ہیں۔ اس کا پہلا حصہ آٹھ سو صفحات کی ضخامت کا شائع کیا گیا۔ جس کی قیمت ۸ روپے رکھی گئی۔ اسی کے ساتھ شعر و شاعری کی ایک دوسری کتاب اسی ضخامت اور قیمت کی شائع کی گئی ہے۔ دونوں کتابوں کا پانچ پانچ ہزار کاپیوں کا پہلا ایڈیشن ڈیڑھ سال کے مختصر عرصے میں فروخت ہو گیا۔ اس تالیف میں شری گوئل نے اردو زبان کی تخلیق اور اس کے ارتقاء [illegible] کے ایک بسیط تاریخ اور شعراء کا تذکرہ نہایت خوبی اور قابلیت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس ایک مثال سے آپ ہندی دنیا میں اردو ادب کی بڑھتی ہوئی مانگ کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس آپ اردو حلقۂ تالیف و اشاعت اور کساد بازاری پر نظر ڈالئے اور اپنی سست روی کا مقابلہ کیجئے۔ صرف بزرگوں کے ورثے اور نجابت و شرافت کو لئے بیٹھے رہنے سے تو ہم اردو ادب کی خدمت نہ کر سکیں گے

میں نے ہندی کا تذکرہ کیا ہے۔ یہی حال انگریزی اور دیگر زبانوں میں اردو لٹریچر کی مانگ کا ہے۔ اس دامانِ طلب کو بھرنا اردو اداروں کا کام ہے۔ اور اس کام میں جس قدر مستعدی دکھائی جائے گی مفید ہوگا۔ اس جانب تیزی سے قدم اٹھانے سے ہم دو مقاصد کی تکمیل کر پائیں گے۔ اردو کی ترویج و اشاعت اور اردو زبان کے خلاف محاذ میں شگاف پیدا کرکے موجودہ کشیدگی میں کمی۔

مجھے اردو رسم خط اور زبان کی تسہیل کے متعلق بھی کچھ کہنا ہے اور اردو حلقوں میں ایسے بزرگوں کی کمی نہیں رہی ہے جن کی بہترین قابلیت اردو کے دائرہ کو محدود کرنے پر صرف ہوئی ہے۔ پہلے اردوئے معلیٰ کے متعلق اہل زبان اور غیر اہل زبان کی تمیز پیدا کی گئی۔ اس حد تک کہ اردو کو دہلی کی چہار دیواری تک محدود کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ دریائے لطافت میں انشاء لکھتے ہیں کہ:

" لیکن اصلش شرط است کہ عجیب باشد
کہ پدر و مادرش از دہلی باشد داخل فصحی گشت"

اس معیار فصاحت نے دہلی کی چہار دیواری سے باہر تو ایک طرف اس شخص کو بھی فصیح تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کی ماں باپ کی پیدائش دہلی میں نہیں ہوئی۔ فرماتے ہیں:

" فصاحت در دہلی ہم نصیب ہر کس و ناکس
نیست منحصرست در اشخاص معدودہ "

اور ان اشخاص معدودہ کی تعریف ملاحظہ کیجئے۔ لکھتے ہیں:

" علاوہ اردو عبارت از گویائی اہل اسلام ست "

گویا غریب غیر مسلموں کو اردو فصحیٰ کی صف سے یک قلم نکال کر باہر کر دیا گیا۔ سچ ہے کہ یہ بحث فرقہ وارانہ نظر سے نہیں کی گئی تھی۔ بلکہ اردو کی فصاحت کا معیار قائم کرنے کے لئے دہلی اور لکھنؤ کے جھگڑے کی ایک صورت تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ زبان کی سلاست اور فصاحت کے مقام پر بلاغت اور شاعر کی فارسی دانی کے مظاہرے ہونے لگے اور اردو کو واقعی [illegible] لگا۔

اردو نثر میں اخبار نویسوں نے اس میدان میں قابلیت کے جوہر دکھائے ہیں۔ سید جالب لکھنوی کی عوامی اردو کے مقابلے میں مولانا ظفر علی خاں کی مُعرّب اردو آ کھڑی ہوئی۔ میں بحث کو طول نہ دے کر عرض کروں گا کہ اردو کا مفاد اس میں ہے کہ ہم اسے بول چال کی زبان بنائیں اور بلا وجہ بغیر ضرورت عربی فارسی الفاظ اور ترکیبوں سے پرہیز کریں۔

اردو کی ترویج و اشاعت میں اصلاح رسم خط کا مطالبہ بہت پرانا ہے۔ یہ مضمون شاید آپ کی مجلس کے دائرہ عمل سے باہر ہے لیکن بالآخر آپ کے غور و فکر سے یہ پہلو باہر نہیں رہنا چاہئے۔ کیا یہ بات افسوسناک نہیں ہے کہ رسم الخط کی بعض خامیوں کے باعث اردو کا نستعلیق ٹائپ تیار نہیں ہو سکا۔ حیدرآباد میں اس سلسلہ میں جو تجربات کئے گئے وہ ابتدائی نوعیت کے تھے۔ اردو طباعت سے براہ راست تعلق رکھنے والے بزرگ ایک مدت سے اس دقت کو محسوس کر رہے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے شاید اب سے چالیس سال پہلے 'الہلال' میں اس آواز کو بلند کیا تھا۔

(باقی آئندہ)

انجمن کی کتابیں

شعراء کے انتخابی سلسلے کی ۸ کتابیں

(۱) مجاز قیمت ۱۲ر آنے (۲) فیض قیمت ۱۲ر آنے (۳) اختر شیرانی قیمت ۱۲ر آنے
(۴) مجروح " ۱۲ر " (۵) جوش ملیح آبادی " ۱۴ر " (۶) احمد ندیم قاسمی " ۱۲ر "
(۷) وجد قیمت ۱۴ر آنے (۸) مخدوم قیمت ۱۲ر آنے

حیات اجمل

اس کے مرتب قاضی محمد عبد الغفار صاحب ہیں۔ اس سوانح حیات کا بہت دنوں سے انتظار تھا۔ اس میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کی سوانح عمری ہی نہیں بلکہ اس دور کی پوری سیاسی تحریکات کا خاکہ پیش کیا گیا ہے جس میں حکیم صاحب مرحوم کے شاندار کردار کا پتہ چلتا ہے

قیمت
مجلد آٹھ روپے

۱۔ اردو ہندی ڈکشنری مرتبہ انجمن قیمت ۲۰/-
۲۔ اسلام کے علاوہ مذاہب کی تعمیر میں اسلام کا حصہ ڈاکٹر ... " ۳/۸
۳۔ بابو کے قدموں میں۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد " ۱۵/-
۴۔ سیاسیات کے اصول۔ ہارون خاں شروانی
" " حصہ اول " " " ۴/-
" " حصہ دوم " " " ۴/-
" " حصہ سوم " " " ۱/-
۵۔ مرقع افغان (دوہیمنا ... کی تاریخ) " ۳/۴
۶۔ ہندی ادب کی تاریخ۔ ڈاکٹر محمد حسن " ۵/۸
۷۔ قومی تہذیب کا مسئلہ۔ ڈاکٹر عابد حسین " ۴/-
۸۔ ہندوستانی سیاسیات۔ ڈاکٹر ... حسن " ۳/۸
۹۔ ادبی قومی تذکرے حصہ اول۔ کشن پرشاد کول " ۲/۸
۱۰۔ " " حصہ دوم " " ۲/۸
۱۱۔ اسلامی نظم تعمیر۔ سید ریاض الدین " ۲/-
۱۲۔ کچھ زندگی کے بارے۔ ابوالاسلام " ۲/۸
۱۳۔ نفسیات افراد ولی الرحمٰن قیمت ۱/۱۲
۱۴۔ علاقائی سیاسیات ڈاکٹر جعفر حسن " ۴/۸
۱۵۔ انواع فلسفہ مختار حسین خاں " ۵/۸
۱۶۔ ایک شہر عجائب خانہ صباح الدین رفعت " ۲/-
۱۷۔ مذہب اور دھرم مہاتما گاندھی " ۲/-
۱۸۔ سنسکرت زبان " " ۳/۸
۱۹۔ پرچھائیں آصف علی " ۲/-
۲۰۔ حیات سرسید نور الرحمٰن " ۳/۸
۲۱۔ حیات اجمل قاضی عبد الغفار " ۸/-
۲۲۔ محاسن کلام غالب ڈاکٹر بجنوری " ۱/۴
۲۳۔ میر تقی میر خواجہ احمد فاروقی " ۱۲/-
۲۴۔ احوال غالب محمد اکرام الدین آرزو " ۶/-
۲۵۔ نقد غالب " " " ۱۰/-
۲۶۔ دھیمسد سرور لکھنوی " ۳/-
۲۷۔ یادگار حالی صالحہ عابد حسین " ۳/۴
(نیا اڈیشن بعد ترمیم و اضافہ)

حیات سرسید

مصنفہ نور الرحمٰن

سید مرحوم کے ان گنت احسانات ہماری قوم پر ہیں۔ وہ ہماری قوم کے سب سے بڑے آدمی تھے اور بڑے آدمیوں کے کارنامے قوم میں زندگی کی روح پیدا کرتے ہیں۔ اس کتاب میں سید مرحوم کی عظیم الشان زندگی کا خاکہ پیش کیا گیا ہے تاکہ عام پڑھنے والے ان کے بڑے بڑے کاموں اور انکی زندگی کے خاص پہلوؤں سے واقف ہو جائیں قیمت ۳/۸

ہماری زیر طبع کتب

(۱) ذکر حافظ سید سجاد ظہیر (۴) مقالات حالی الطاف حسین حالی
(۲) انتخاب کلام میر ڈاکٹر عبد الحق (۵) ترقی پسند ادب سردار جعفری
(۳) اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام ڈاکٹر عبد الحق (۶) مرزا جان جاناں اور دوسرے مضامین خورشید الاسلام

شعرا کے انتخابی سلسلے کی مندرجہ ذیل کتابیں

(۱) کیفی (۲) آزاد (۳) جذبی (۴) اختر انصاری (۵) شاد عارفی

انتخاب جدید مرتبہ آل احمد سرور قیمت ۴/- روپے

• پرنٹر پبلشر اطہر پرویز نے نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپوا کر صدر دفتر انجمن سے شائع کیا